

جناب مولانا سمیع الحق صاحب

مہتمم دارالعلوم حقانیہ و سیکرٹری جنرل، جمعیت علماء اسلام

موجودہ حالات اور اکابرین امتؒ کے اندیشے

قیام پاکستان کے پچیس سال بعد ستمبر ۱۹۹۱ء کو وطن عزیز اپنوں اور غیروں کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے باعث دولت ہو گیا۔ اس دلخراش اور جگر شکاف سامحہ کے پس منظر میں مدیر اعلیٰ (الحق) جناب مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی ایک یادگار و فکر انگیز تحریر۔ (نقل آغاز جلد نمبر، مارچ ۱۹۹۱ء) آج سے کچھ عرصہ قبل ان اکابرین امت (حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ) وغیرہم کو اس قسم کی باتوں کی وجہ سے مطعون کیا جاتا تھا، آج پچاس برس کے بعد ان حضراتؒ کے تمام اندیشے حقیقت کا روپ دھار کر انکی دور اندیشی اور فراست مرمنانہ کا منہ بولا ثبوت بن کر ہمارا منہ چڑا رہے ہیں۔ (راشد)

ایک المناک صورتحال نے ملک کا شیرازہ جس بے دردی سے بکھیر دیا ہے۔ اس پر نقد و احتساب کے ضمن میں پاکستان کے نقطہ آغاز اور تشکیل سے لیکر اب تک کے حالات پر مختلف زاویوں سے گفتگو ہو رہی ہے جن خطوط اور بنیادوں پر ملک کی تقسیم یا تشکیل ہوئی، اسے بھی زیر بحث لایا جا رہا ہے۔ کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ برصغیر کی تاریخ اپنی حقیقت کی طرف سے لوٹ رہی ہے، کچھ کنفیڈریشن کی باہیں کرتے ہیں، اور کچھ لوگ دبی زبان سے سی مگر دل کے اندر سے اٹھنے والے ان خیالات کو دبائے نہیں رہ سکے کہ پاکستان کی موجودہ مشکل میں قیام بالخصوص بنگال اور پنجاب کی تقسیم کی نہایت شدومد سے مخالفت کرنے میں شاید مسلمانوں کے بعض عظیم رہنما بالخصوص شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی مرحوم کا نقطہ نظر غلط نہ تھا۔ اس سلسلہ میں اگر سیاسی اور گروہی تصورات سے الگ ہو کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے اندیشوں پر ایک نگاہ بازگشت ڈالی جائے تو کیا حرج ہے۔ شاید ان کی نگاہ قلندرانہ کی دور رس کا کچھ احساس تو ہو جائے خواہ اس موقف کی تصویب یا تغلیط کا کام حالات اور واقعات کے ذمہ کیوں نہ لگادیا جائے مگر حال کے آئینہ میں ماضی کے کچھ نقوش تو سامنے آ رہے ہیں۔ پاکستان کی صورت میں خلافت اسلامیہ اور اسلامی نظام کے قیام کے مقدس اور حسن تصور میں کھو کر جن لوگوں نے اپنا سب کچھ اس راہ میں لٹا دیا ہے۔ بیشک انکی قربانیاں صد سزار تحسین اور بارگاہ ایزدی میں اجر کی مستحق ہیں کہ ”انما الاعمال

بائیات اگر کسی کی نیتوں میں کھوٹ تھا، تو وہاں اور بربادی بھی ان کے نامہ اعمال ہی میں ڈالی جائے گی، مگر اپنے وقت کے ان عظیم، خداسیدہ اور حقیقت شناس بزرگوں کی فراست مومنانہ اور مسلسل و پیہم آلام و مصائب اور شدائد کا تحمل اس بات کی منہ بولتی شہادت رہی کہ وہ مسلمانوں کے بدخواہ نہ تھے، نہ یہ لوگ ضمیر فروش اور خود غرض نہ مسلمانوں کے دشمن، ان کی اخلاص للہیت ان کی پاکیزہ زندگی کی طرح تاریخ کے بے رحم ہاتھوں کی دسترس سے ہمیشہ محفوظ رہے گی۔

ان کا ناقابل معافی جرم یہی تھی کہ وہ پاکستان میں خلافت اسلامیہ کے بلند بانگ دعوؤں کو ایک فریب اور دھوکہ سمجھ کر تقسیم ہند کو مسلمانوں کے مسائل کا صحیح حل نہیں سمجھتے تھے۔ کہ اس طرح ان کی ایک تہائی سے زیادہ آبادی سفاک ہندو کے رحم و کرم پر رہ جائے گی، لاکھوں مسلمان بے گھر اور بے در ہو جائیں گے۔ جنہیں کوئی زمین ٹھکانہ نہیں دے سکے گی۔ ہندوستان میں تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے ان کی حالت نہایت پسماندہ اور قابل رحم ہو جائے گی۔ اسلام پورے برصغیر سے ایک گوشہ میں سمٹ کر رہ جائے گا، جبکہ ان کے خیال میں ان کے پیش کردہ فارمولا سے پاکستان، ہندوستان کے چند گوشوں میں سمٹ جانے کی بجائے پورا ہندوستان ایسا پاکستان بن سکتا، جس میں شرعی احکام کا نفاذ مسلمانوں کے کامل اور آزاد اختیارات کے ذریعہ پورے ہندوستان میں ہو سکتا۔ (اجلاس جمعیت العلماء لاہور ۱۹۴۶ء کی قرارداد) پاکستان کی مجوزہ سکیم پر ان بزرگوں نے نہایت خلوص سے ہر پہلو پر غور کیا اور اس کے سیاسی، اقتصادی، لسانی، ملکی، تبلیغی، خارجہ پالیسی، غرض ہر گوشے پر اپنے تنقیدی خیالات پیش کئے، اور اپنے خیال کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور تحفظ و بقا کا ضامن فارمولا پیش کیا.....

ان حضرات نے واضح طور پر کہا کہ پاکستان کو مختلف ٹکڑوں میں جو ریاست مل جائے گی، وہ خطرناک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے اپنا وجود برقرار نہیں رکھ سکے گی۔ چنانچہ بنگال اور پنجاب کی تقسیم اور ان صوبوں کی جنگی اہمیت کے حصوں کا بھارت میں چلے جانے اور پنجاب کی تحصیل گورداسپور کی وجہ سے کشمیر پر بھارت کے تسلط وغیرہ پر ان حضرات نے سختی سے تنقید کی اور اسے پورے برصغیر کے مسلمانوں کے غیر یقینی مستقبل کا پیش خیمہ قرار دیا۔ ان حضرات کا خیال تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ اس جغرافیائی اتحاد کو ختم کرنے میں ہمیشہ کوشاں رہے گی۔ اس سلسلہ میں لارڈ لٹکسکو او لارڈ ڈیول کے واضح الفاظ ان کے سامنے رہے۔ اور آج سقوط ڈھاکہ پر ماؤنٹ بیٹن کے تاثرات نے ان خیالات کی حرف بحرف تائید کی کہ انگریزی سامراج اپنے عیارانہ منصوبوں کے ذریعہ برصغیر کے مسلمانوں سے ایک نہ ختم ہونے والا انتقام لینا چاہتے تھے۔

ان حضرات کے تمام خدشات اور اندیشوں کو غلط ثابت کر دکھانے اور غلطیوں کی طافی صرف اس صورت میں ہو سکتی تھی کہ پاکستان قائم ہوتے ہی ہم یہاں اسلام کی مکمل حاکمیت قائم کر دیتے لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا اور ہم نے ان تمام بلند بانگ دعویٰوں ہی سے انکار کر دیا جو برصغیر کے مسلمانوں میں بے مثال دینی جوش و خروش کا سبب بن کر انہیں خاک و خون کی گھاٹیوں میں اتارنے کا سبب بنے تھے۔ یہ ایک طویل اور شرمناک کہانی ہے۔ جو ۱۹۴۷ء سے لیکر دسمبر ۱۹۷۱ء بلکہ آج تک کے عرصے کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ حضرت مدنیؒ اور ان حضرات کے اخلاص اور لکھت کے لیے یہی کافی ہے کہ پاکستان قائم ہونے کے بعد علی وجہ البصیرت مخالفت کرنے کے باوجود انہوں نے اپنے خطوط، بیانات، مکتوبات اور نجی بیانات کے ذریعہ نہ صرف اسے تسلیم کرنے پر زور دیا بلکہ یہاں رہنے والے تمام متعلقین کو حکم دیا کہ اب اپنی مساعی اس ملک کی حفاظت سالمیت اور یہاں اسلام کے غلبہ پر مرکوز کر دیں۔ اور آج حضرت مدنیؒ سے وابستہ لاکھوں علما، مشائخ کی جماعت اور بے شمار معتقدین ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر اپنا تین من دھن اس ملک کی ترقی اور یہاں اسلام کے غلبہ و نفاذ میں لگے ہوئے ہیں۔ خلاف جو بھی کہیں مگر کلمہ الحق منکرات کی مخالفت اور معروفات کی اشاعت میں ”لَا تَخَافُونَ فِي اللَّهِ لَوْمَةً لَّائِمَةً“ کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔ ع کچھ ہوئے تو یہی رمدان بادہ خوار ہوئے

پاکستان جس تشریح لالہ الا اللہ سے کی جاتی تھی کیا شیخ الاسلام جیسے عارف باللہ اور عبد کامل کو اللہ کی حاکمیت گوارا نہ تھی؟ کہ وہ اس حدود سے اس کی مخالفت کرتے رہے مگر وہ جس کی مومنانہ فراست ان دعویٰوں کی حقیقت دیکھ رہی تھی اس تعجب کو انہوں نے اس طرح دور فرمایا۔

”بہت سے سادہ لوح مسلمانوں کو یہ دھوکا دیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں اسلامی حکومت بطرز خلفائے راشدین قائم کی جائے گی۔ یہ خواب تو نہایت شیریں ہے۔ کاش! ایسا ہو اگر اس کا ذمہ داران لیگ اطمینان دلا دیں تو ہم اراکین جمعیت سب سے پہلے اس آواز پر لبیک کہنے کے لیے تیار ہیں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ لوگ جن کو دین اور مذہب اسلام اور شعار اسلام سے دور کا واسطہ بھی نہیں نہ صورت اسلامی ہے نہ سیرت وہ اسلامی حکومت قائم کریں اور مذہب کے اصول و ضوابط پر بطرز خلفاء راشدین چلائیں وہ حضرات جن میں اور دین و مذہب میں وہ تعلق ہو جو اندھیرے کو روشنی سے ہے اور آگ کو پانی سے ہے وہ دین و مذہب کا احیاء کریں۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا وہ اقلیت پنجاب اور بنگال کی (جس کی تباہی میں اسی اقلیت نے بنیادی کردار ادا کیا۔ سمج) جو کہ معمولی اقلیت ہے، یعنی صرف پانچ یا سات عدد سے وہ ایسا ہونے دے گی، اور

اگر بالفرض ایسا ہو بھی گیا تو کیا مسلم اقلیت والے صوبوں میں اس کا ایسا رد عمل نہ ہوگا کہ وہاں خالص ہندو راج اور رام راج قائم کیا جائے۔ (خطبہ صدارت اجلاس سمانپور ص ۴۰) اور جب ایسے اندیشوں کے اظہار کی پاداش میں اپنے دور کے سب سے بڑے ولی اور اللہ کی مقرب شخصیت کو اس وقت کی ہرگلی، دھمام، ایذا رسانی اور توہین سے مسلم قوم نے نوازا تو ان کے ایک جان نثار مولانا معاصر ہونا احمد سعید دہلوی مرحوم چلا اٹھے اور کہا کہ:

”پاکستان ایسا ہی ہوگا، جہاں مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ اس قسم کا وحشیانہ سلوک کیا جائیگا۔ اس پاکستان میں علماء حق کو رائے کی آزادی میسر نہ ہوگی۔ اس پاکستان میں کیا آپ نماز، روزے اور شعائر اسلامیہ کی جہل پہل دیکھ سکیں گے بلکہ وہ پاکستان توفیق و فحور کی منڈی ہوں گی جہاں سب کچھ ہوگا اور نہیں ہوگا تو دین الہی کا تذکرہ کہیں نہیں ہوگا۔ (تقریر سبحان اللہ ص ۴) ایک طرف یہ کہا جا رہا تھا، دوسری طرف اسلام کے مقدس نام پر ان اندیشوں کی تضحیک کی جارہی تھی، کس کا قیاس صحیح نکلا؟ اسکا جواب اپنی قوی زندگی کی چوبیس سالہ تاریخ (اب پچاس سالہ

(راشد) کے اوراق میں ڈھونڈیے، مگر شروع ہی سے اسلامی انفریات، شعائر اللہ دینی اقدار اور اسلام کے نظام حکومت و معاش کو جینے دیا گیا ہوتا، تو شاید یہ روز بد نہ دیکھنا پڑتا، مگر ہائے رے معصوم تہا۔

— یہ تو ہا پاکستان میں شریعت الہیہ کے اجراء اور نفاذ کا مسئلہ جس انداز میں پنجاب اور بنگال کی تقسیم کا فہر مولا بنایا گیا۔ حضرت فتح الاسلامؒ اپنی فراست باطنی کی وجہ سے اس میں آنے والے پر خطرات جہنم کو دیکھ کر تڑپ اٹھے اور اسے مسلمانوں کی اس برصغیر میں تباہی کا واشگاف الفاظ میں پیش خیمہ قرار دیئے گئے۔ فرمایا:

”یہ صحیح ہے کہ پاکستان اور اسلامی حکومت کے فہرے بڑے دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔ یہ بھی سچ ہے کہ دو اسلامی حکومتوں کے قیام کا تخیل عام مسلمانوں میں ایک خاص قسم کا سرور اور جوش پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی سچ صحیح کہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کافی اختلافات ہیں۔ مگر اس کے باوجود بھی یہ ہرگز صحیح نہیں ہے کہ محض ہندوؤں کی تنگ دلی سے شاک، ہو کر ہم ایسی غلطی کر بیٹھیں جو مستقبل میں ہمارے لیے تباہ کن اور ملت کیلئے باعث بربادی بنے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ بنگال اور پنجاب کی حکومتیں اتنی طاقتور نہیں ہونگی کہ وہ ہرونی حکومتوں کے ساز باز اور انکی درازدستیوں کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ہندوؤں سے تو مفروضہ آزادی حاصل کر لیں مگر اس مفروضہ آزادی کے بدلہ میں غیر ملکی حکومتوں کی ویسی ہی غلامی میں مبتلا ہو جائیں جیسی

کہ آج ہمارے سروں پر نافذ ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ بدترین بد قسمتی ہوگی۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم معاملات کو محض ہندو دشمنی کی عینک سے نہ دیکھیں، بلکہ پاکستان کے سوال پر سنجیدگی سے غور کر کے یہ فیصلہ کریں کہ آیا یہ پاکستانی حکومتیں خود ہمارے لیے باعث رحمت ثابت ہو سکیں گی یا نہیں؟ آیا یہ اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں؟ آیا یہ اتنی طاقتور ہوگی یا نہیں کہ بین الاقوامی سیاست میں اپنا وقار قائم رکھ سکیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو دانا ئی کا اقتضاء یہ ہے کہ مسلم اکثریت کے صوبوں کے لیے باقی اختیارات حاصل کر کے متحدہ ہندوستانی وفاق میں شامل رکھا جائے اور بجائے علیحدہ ہو کر دوسروں کے غلام بننے کے ہندوؤں سے مل کر نہ صرف اپنی آزادی برقرار رکھی جائے بلکہ متحدہ ہندوستان کے وسائل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خود ملت اسلامیہ کی اس طرح اندرونی اصلاح کی جائے کہ وہ زندہ اور طاقتور قوم محسوس ہونے لگے۔ ”مارٹنگ نیوز“ کا یہ بیان صحیح ہے کہ اب دنیا کی تقسیم اور علیحدگی کی مہمل سیاسی پالیسی کو چھوڑنی جارہی ہے۔ اس لیے مسلسل تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس تنازع للبقاء کی دنیا میں صرف طاقتور زندہ رہ سکتے ہیں۔ کمزور، چاہے وہ کتنے ہی حق پرور کیوں نہ ہو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔

مان لیجئے کہ قیام پاکستان کے لیے اچھے دلائل موجود ہیں مگر یہ اچھے اور خوبصورت دلائل جاپان کو بنگال پر اور روس کو پنجاب اور سرحد پر حریصانہ نگاہیں ڈالنے سے باز نہیں رکھ سکتے۔ کیا آزادی و انصاف کے تمام الفاظ ملک گیری کے آرزومندوں کو پاکستان کے کمزور ممالک کی تسخیر کی ارادوں سے باز رکھ سکتے ہیں؟ اگر کوئی اس معاملہ میں دیانتداری کا ذرا بھی شبہ رکھتا ہے تو وہ بیوقوفوں کی جنت کا ساکن ہے۔ اس دنیا میں، جہاں حق کے مقابلے میں طاقت کا راج ہے، پاکستانی حکومتیں محض اس بنیاد پر زندہ نہیں رہ سکتیں کہ مسلمانوں کو آزاد رہنے کا حق ہے۔ اور بحیثیت ایک علیحدہ قوم کے ان کو ضرور آزاد رہنا چاہئے۔ (نئی زندگی، کتاب دوم ص ۱۹ از مولانا مدنی) بیرونی حکومتوں سے ساز باز، یا انکی درازدستیوں کا مقابلہ، غیر ملکی حکومتوں کی غلامی، اپنے تحفظ کا مناسب بندوبست کر سکیں گی یا نہیں؟ روس کی پنجاب و سرحد پر حریصانہ نگاہیں، ملک گیری کے آرزومندوں کے پاکستان کے کمزور حصوں پر تسخیر کے ارادے اور اس قسم کے دیگر جملوں پر غور کیجئے تو آج کے بدترین سانحہ ”سقوط مشرقی پاکستان“ کے خطوط پر اس کی تفسیر و تشریح آپ کو مل سکے گی۔ حضرت ”اور ان کی جماعت کا شائع کردہ لٹریچر آپ کو ایسی باتوں سے بھرا ملے گا، ذہن سیاسی آلائشوں سے صاف رکھ کر بھی تو کوئی طالب العلم ماضی اور تالیخ پر نگاہ باز رفت ڈال سکتا ہے۔ پنجاب بنگال کی تقسیم پر یہ حضرات ایک لمحہ کیلئے بھی آمادہ نہیں ہو رہے تھے اور اس لیے کہ —:

”پس پاکستان قائم ہوتے ہی بنگال اور آدھا پنجاب مسلمان کھودیں گے۔ اب ہا آسام وہ پورا کھودیں گے۔ سوائے ضلع سلٹ کے، پس مسلم لیگ کی پاکستان کا یہ کیا نتیجہ ہوگا۔ بنگال میں ایک کوٹھری ملے گی جس کے یورپ ہندو راج، چھکم ہندو راج اور اتر ہندو راج، آسام بالکل اور آدھا پنجاب نکل جائے گا۔ نتیجہ یہ کہ مسلم لیگ کا پاکستان مسلمانوں کے لیے خودکشی سے کم نہیں ہم بھی ہندو راج میں جا کر تباہ ہوئے اور اکثریت صوبے والے بھی تباہ ہوئے۔“ (قومی کارکنوں کے نام ہدایات صفحہ ۷۱۶)۔ تقسیم پنجاب اور پاکستان کے مشرقی اور مغربی حصوں کی ایک دوسرے سے علیحدگی کو حضرت مدنیؒ ”قسمۂ ضیعی اور نامراد ہنوارہ“ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

”جمعیت العلماء ہند ان تاریک پہلوؤں کی بنا پر کانگریس کی حالیہ تجویز تقسیم پنجاب یعنی تقسیم در تقسیم کو ایک لمحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کر سکتی اور یہ تقسیم برطانوی سامراج کا آخری ہتھیار ہے۔“

(خطبہ صدارت اجلاس لکھنؤ ۱۹۴۹ء) اس وقت ان تاریک پہلوؤں کو ہر حیثیت سے واضح کرتے ہوئے کہا گیا کہ دونوں حصوں کو الگ الگ بری بحری اور فضائی فوج رکھنا پڑے گی۔ اور مشرقی حصہ خاص طور پر ایک جزیرہ بن جائیگا۔ فرقہ دارانہ کشیدگی میں مزید تلخی بڑھے گی۔ مجموعی ہندوستان اور وفاقی حصوں میں مسلمان بے بس اقلیت ہو جائیں گے۔ پنجاب اور بنگال دونوں کے اہم حصے کاٹ دینے سے ان کی موجودہ اہمیت ختم ہو جائے گی۔ مالی بحران پیدا ہوگا۔ اور پاکستان اس حالت میں صحرا اور بنجر علاقوں کا چمکیا رہ جائے گا، اور پھر مشرقی و مغربی پاکستان کو ایک دوسرے سے ملانے والے راستہ کا سوال کبھی پیدا ہی نہ ہوگا۔ (ملفوظات از نبی زندگی خاص نمبر ۱۹۴۹ء ص ۴۳)

اس نازک جغرافیائی پوزیشن کی وجہ سے آگے چل کر پاکستان جن داخلی مسائل سے دوچار ہو سکتا تھا اور بعد کے حالات نے اس کی ۱۰۰ فیصد تصدیق کر دی۔ اس سے آگاہ کرتے ہوئے حضرت شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں: ”بحیثیت مجموعی مسلم اکثریت کے صوبوں کی ہمہ گیر اقتصادی پسماندگی، پانچ میں سے تین صوبوں کا خود مکفی نہ ہونا۔ ۳۰.۳۹ فیصد کی منظم اور موثر اقلیت کی مقاومت وغیرہ پاکستان کے وہ داخلی مسائل ہوں گے جن سے حکومت عمدہ برآئے ہو سکے گی۔ اور اپنی حالت سنبھالنے کے لیے کسی دوسری طاقت کا سہارا لینے پر مجبور ہوگی جس کی وجہ سے اقتصادی زندگی کا توازن بیرونی حکومتوں اور غیر ملکی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں پہنچ جائے گا۔ (آج ہم میں سے ہر شخص غیر ملکی قرضوں کے سود میں دبا ہوا ہے۔ سمجھ) مزید برآں یہ حکومت اپنے وسائل کی قلت اور مصارف کی زیادتی کی وجہ سے ملک کی دفاعی ذمہ داریوں کو بھی صحیح طور پر پورا نہ کر سکے گی۔ اس لیے ملک کے دفاع کو دولت مشترکہ برطانیہ (سیٹو، سنٹو، بغداد پیکٹ وغیرہ، سمجھ) کے دفاع سے وابستہ کرنا ہوگا۔ (بعد میں برطانیہ کی جگہ

امریکہ نے لے لی۔ (سمیع) یا اپنے سیاسی مستقبل کے باگ اس کے ہاتھوں میں دینی پڑے گی اور اس طرح نام نہاد سیاسی استقلال روس یا برطانیہ (یا پھر امریکہ اور چین جو سب ملت واحدہ ہیں۔ سمیع) کی سیاسی و اقتصادی فزائلی میں تبدیل ہو جائے گا۔ اپنی کمزوری اور تباہ حالی کی وجہ سے اس کو بین الاقوامی سیاست میں کوئی اہمیت حاصل ہو سکے گی اور نہ یہ حکومت اسلامی ممالک کی کوئی موثر امداد کر سکے گی۔ بلکہ روس اور برطانیہ کی سیاسی ریشہ دوانیوں کی آماجگاہ بن کر رہ جائے گی (اور اسی روس اور برطانیہ نے مشرقی پاکستان کے المیہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ع قلدنر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔ سمیع) ہندوستان اور پاکستان کے باہمی تعصبات سے برطانیہ کو پورا پورا فائدہ اٹھانے کا موقع میسر آئے گا۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۷۵)۔

جغرافیائی صورتحال کی بنا پر یہی کھٹکا قیام پاکستان کے بعد ان رہنماؤں کو لگایا۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے وفات سے کچھ عرصہ پیشتر اپنی کتاب ”ہماری آزادی“ میں واشگاف الفاظ میں آنے والے خطرہ کی نشاندہی کی اور فرمایا:

”مسٹر جناح اور ان کے ساتھی یہ سمجھنے سے قاصر رہے، کہ جغرافیائی صورتحال ان کے لیے ناموافق ہے۔ مسلمان سارے برصغیر میں کچھ اس طرح کھمرے ہوئے تھے کہ ایک سمٹے ہوئے علاقے میں ان کی الگ ریاست بنانا ناممکن تھا۔ مسلمانوں کی اکثریت کے علاقے شمال مشرق اور شمال مغرب میں تھے۔ یہ دونوں علاقے کسی مقام پر بھی ایک دوسرے سے متصل نہیں ہیں۔ یہاں کے باشندے مذہب کے سوا ہر لحاظ سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔۔۔۔۔۔ یہ صورت حال اس وقت تھی اور اب بھی ہے۔ کون اسکی توقع کر سکتا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے اختلافات دور ہو جائیں گے، اور یہ دونوں علاقے ایک قوم بن جائیں گے۔ خود مغربی پاکستان کے اندر سندھ، پنجاب اور سرحد اپنے اپنے جداگانہ مقاصد اور مفاد کیلئے کوشاں ہیں۔ ہر کیف اب تو جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ پاکستان کی نئی ریاست ایک حقیقت ہے۔ اب دونوں ریاستوں کا مفاد اسی میں ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ دوستانہ تعلقات برپا رکھیں اور اشتراک عمل سے کام لیں۔ (ہماری آزادی صفحہ ۴۵۳، ۴۵۴)۔

سیدنا مولانا مدنیؒ نے تو ایک مکتوب میں پاکستان کے لیے جذبہ نصیح اور خیر خواہی کی اظہار کے ساتھ ساتھ یہاں تک اپنے خطرات کا اظہار کیا کہ: موجودہ شکل میں یہ نقشہ ۲۳-۲۴ سال بمشکل قائم رہ سکے گا۔ اور آہ! کہ یہی چوبیس سالہ مدد ہماری بربادی اور تباہی کا عنوان یا حرف آخر بن گیا ہے۔ کاش، قیام پاکستان کے بعد سنی مگر ہم اللہ کے لیے برگزیدہ بندوں کی اندیشوں کو درخور اہتمام سمجھ

لیجے اور اس ملک میں اپنی تقدیر بنانے کی مخلصانہ سعی کرتے تو ان تمام خدشات اور اندیشوں کی طافی کر لیتے اور یہ مختصر مگر پرخطر خطہ نہ صرف اسلام کی سطوت و شوکت کا ایک مثالی ریاست بن جاتا بلکہ اسلام کی بدولت ہم اسے اغیار اور اشرار کے شر سے محفوظ کر لیتے اور پورے عالم اسلام کی قیادت کا اہل بنا کر اسے اسلام کا حصار اور عالم اسلام کی امیدوں کا مرکز بنا لیتے اور اس طرح آج جان لیوا او جان نثار سرفروشنوں کے اردواح طیبہ کو مزید آسودگی نصیب ہوتی جنہوں نے اسلام کے نام پر اس ملک کے لیے اپنی جانیں اور عصمتیں بچھڑا کر دیں، یا وہ لوگ جنہوں نے ۱۹۴۷ء سے لیکر ۱۹۴۷ء تک انگریز کے خلاف جہاد مسلسل کے زرین ابواب اپنے خون سے رقم کئے۔ ان حالات کو دیکھ کر حضرت شیخ الاسلامؒ کے حساس قلب پر کیا کچھ گذرا ہوگا۔ فرماتے ہیں: ”ہماری سنی جاتی تو آج وہ مشکلات درپیش نہ ہوئیں اس وقت مسلمان جمہوریہ ہند میں ۳۷ فیصد ہوتے جو کہ موثر اقلیت ہے مگر آج چار کروڑ ہیں جو ۹ یا ۱۰ فی صد پڑتے ہیں۔ (مکتوبات ج ۲ ص ۱۲۳)“

گیارہ میں سے پانچ صوبوں میں مسلم اکثریت کی حکومتیں ہوئیں جو تمام داخلی معاملات قانون سازی، نظام تعلیم، اقتصادی نظام کے قیام معاشرتی او تمدنی مسائل، پرسنل لاء وغیرہ میں پوری باختیار ہوئیں، پورے سندھ میں مسلمانوں کے مذہبی ادارے اوقاف، مساجد، مقابر، اور ان کا کچر اور تہذیب و تمدن وغیرہ محفوظ تھا۔ (مکتوبات ج ۲ صفحہ ۸۱)۔ معلوم نہیں ان مسلمانوں کے دلوں کی کیا کیفیت ہوگی، جو اسی پاکستان کی سرزمین ڈھاکہ میں اسی جرم کی پاداش میں لاکھوں بہاریوں اور غیروں بنگالیوں کو خاک و خون میں تڑپتا اور ان کی مقدس عصمتوں کو لٹا ہوا دیکھ کر بھی بے بس ہیں۔ ان بہاریوں کو جن کا نعرہ تھا کہ ہم بہار کے مسلمان پاکستان کیلئے خون کا آخری قطرہ بہادیں گے۔ (ڈان ۱۱ اپریل ۱۹۳۶ء)

اجڑے اور شکستہ دل آزاد ہوتے ہیں کہ جیسے چاہیں اپنے ٹوٹے ہوئے دلوں کو تاثرات اور جذبات سے آباد کرالیں۔ نہ ملت کی خیر خواہی کسی کا اجارہ ہے۔ نہ یحییٰ خود بے رحم کھسٹی ہے۔ بہر حال جو کچھ ہونا تھا ہو چکا یہ سارے اندیشے پاکستان قائم نہ ہونے کی صورت میں لائق اہتمام تھے۔ اب جبکہ یہ اندیشے ”صدائیں“ بن چکی ہیں تو ہماری نجات اور تمام بربادیوں کی طافی کی ایک ہی راہ رہ گئی ہے کہ اب اس رہے سے ملک کو صحیح معنوں میں پاکستان بنادیں۔ اللہ کے نام میں اتنی عظمت اور تاثر ہے کہ اس کے سہارے سے ایک چھوٹا سا خطہ بھی پوری دنیا کے کفر کو لرزہ بداندام کر سکتا ہے۔ اس طرح ہندوستان سے عظمت اسلام کا وہی سکھ ایک بار پھر منوا سکتے ہیں جو تقریباً ہزار سال تک منوا چکے تھے۔ کاش! اسلامیان برصغیر اس سرزمین میں اپنی جان تمنا اور لیلائے امید بے منتظر